۵

خاکسار : پولیس تصادم کے حوالے سے

(قرار داد پاکستان ۱۹۴۰ء کا پس منظر)

محمد اسلم ملک

جنگ عظیم دوم شروع ہونے سے کچھ پہلے انگریز حکومت کانگرس جماعت سے انتہائی دلبرداشتہ ہو گئی کیونکہ اس کی روش انگریز کے نقطہ نظر سے باغیانہ قسم کی تھی اور کانگرس نے صوبائی وزارتوں سے استعفیٰ دے کر انگریزوں کی مشکلات میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ کانگرس نے سول نافرمانی تحریک چلانے کی دھمکی بھی دے دی تھی۔ کانگرس کا مقابلہ کرنے کے لئے انگریز حکومت نے خاکسار جماعت کو آلہ کار کے طور پر استعمال کرنے کا پروگرام بنایا۔ وہ اس طرح کہ کانگرس کی مجوزہ سول نافرمانی کی تحریک کو چابک دستی کے ساتھ ہندو مسلم فرقہ وارانہ رنگ دے کر ہندوؤں اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا دیا جائے۔ اس لڑائی میں وائسرائے ہند لارڈ لنلتھگو کے مطابق ایک طرف کانگرس اور اس کی حمایتی جماعت سرخ پوش اور دوسری طرف مسلم لیگ اور خاکسار جماعت نے ہونا تھا۔[1]

اسی دوران خاکسار لیڈرشپ نے بھی موقع کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے' انگریز کے ساتھ دوستی کیلئے نہایت گرم جوشی کا مظاہرہ کیا۔ مثلاً جنگ عظیم کے آغاز کے وقت علامہ مشرقی' جبکہ لکھنؤ جیل میں قید تھے' نے جیل خانے سے حکومت ہند کو "علاقائی فوج" میں بھرتی کے لئے ۵۰ ہزار تربیت یافتہ رضاکاروں کی پیشکش کی۔[2] کانگرسی صوبائی حکومت نے مشرقی کی اس چال سے خوف زدہ ہو کر ان کا ٹیلی گرام جو وائسرائے ہند کے نام تھا روک لیا۔[3] مگر مشرقی' جسے غالباً کانگرسیوں کی عیاری کا پہلے ہی سے اندازہ تھا' نے اپنی گرفتاری سے قبل ہی ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ تار روک لئے جانے کے باوجود' علامہ مشرقی کی ۵۰ ہزار رضاکاروں کی پیشکش کی خبر ہمدم اور پائینر جیسے ذی اثر اخبارات میں شائع ہو گئی۔[4] اس کے علاوہ' علامہ مشرقی نے سر سلیمان جیسے بااثر راہنما کے ذریعے وائسرائے ہند کو اس امر کی یقین دہانی کرائی کہ کانگرسیوں کی سول نافرمانی کا مقابلہ کرنے کے لئے خاکسار بالکل تیار ہیں۔[5] اسی قسم کی یقین دہانی سر ضیاء الدین احمد نے بھی خاکساروں کے ایماء پر وائسرائے ہند کو اپنے انٹرویو منعقدہ نومبر

۱۹۳۹ء میں کرائی۔[۶] معلوم رہے کہ سر سلیمان اور سر ضیاء الدین احمد دونوں اگرچہ تحریک خاکسار کے ممبر نہ تھے مگر تحریک سے نہ صرف مکمل ہم آہنگی رکھتے تھے بلکہ اس کے نصب العین کے لئے ہمیشہ سرگرم رہتے تھے۔ مزید یہ کہ حکومت پنجاب کے خاکساروں کے خلاف ایکشن لینے کے بعد جب ۲۹ فروری ۱۹۴۰ء کو علامہ مشرقی نے وائسرائے کے پرائیویٹ سیکرٹری سے ملاقات کی تو اسے اپنی کامل وفاداری کا یقین دلایا۔[۷] اور یہی وجہ تھی کہ وائسرائے ہند علامہ مشرقی کو انٹرویو دینے پر فوراً آمادہ بھی ہوگیا گو، بعد ازاں سر سکندر کے اصرار پر وائسرائے نے انٹرویو دینے سے انکار کر دیا۔[۸]

یہ بات پیش نظر رہے کہ انگریز حکمران علامہ مشرقی کی قائدانہ صلاحیتوں سے پوری طرح باخبر تھے۔[۹] اور ان کی جماعت کے پھیلاؤ اور قوت میں روزافزوں اضافے کو بہ نظر اطمینان دیکھ رہے تھے[۱۰]۔ ۱۹۴۰ء کے اوائل میں جب بی بی سی نے اپنے ایک خصوصی نشریئے میں خاکساروں کی منظم اور مسلح قوت کو کانگرس کے مدمقابل ایک زبردست حریف کے طور پر پیش کیا[۱۱] تو بی بی سی کو مطلوبہ معلومات دراصل مخفی طور پر وائسرائے کے کہنے پر فراہم کی گئی تھیں۔[۱۲] علامہ مشرقی کی ۵۰ ہزار کی پیشکش پر اگرچہ حکومت نے بظاہر خاموشی سادھے رکھی مگر قرائن بتاتے ہیں کہ شاید خاکساروں کی ''علاقائی فوج'' میں بھرتی کی تجویز کچھ دیر حکومت کے زیر غور ضرور رہی کیونکہ اس پیشکش کے متعلق ہندوستانی سیاسی حلقوں میں گرما گرم بحث مباحثے کے باوجود سرکاری طور پر اس کی تردید نہ کی گئی۔ البتہ ۲۱ مارچ ۱۹۴۰ء کو سنٹرل اسمبلی میں ایک سوال کے جواب میں ہوم ممبر نے علامہ کی کسی ایسی پیشکش کے باضابطہ موصول ہونے کی تردید کی۔[۱۳] مگر جب ہوم ممبر نے تردید کی اس وقت تک خاکساروں کے متعلق حکومتی پالیسی یا وائسرائے ہند کی سوچ کلیتہ'' بدل چکی تھی۔

نئی صورتحال کے تحت حکومت نے خاکساروں کو کانگرس کے خلاف بطور آلہ کار استعمال کرنے کی بجائے خود خاکساروں کی طاقت کو کچل دینے کا فیصلہ کر لیا۔ ایسا فیصلہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وائسرائے ہند، لارڈ لنلتھگو، نے بہت جلد اس بات کا ادراک کر لیا کہ دو متحارب گروہوں کو در پردہ لڑانے کا اس کا منصوبہ اگر نافذ کیا گیا تو اس سے فریقین مہلک ہتھیاروں کو استعمال کرنے سمیت اتنی زیادہ جنگجویانہ صلاحیت حاصل کر لیں گے کہ آگے چل کر یہ انگریز کے لئے مہیب خطرہ ثابت ہو گا کیونکہ امن کی بحالی کی حتمی ذمہ داری تو خود انگریزی افواج پر عائد ہو گی۔[۱۴] انگریز کی خاکساروں کے

متعلق پالیسی بدل چکی تھی جب فروری ۱۹۴۰ء میں پنجاب کے وزیراعظم سر سکندر حیات خان نے دیگر رضا کار عسکری تنظیموں سمیت خاکسار جماعت پر پابندیاں عائد کیں اور سکندر نے جب خاکساروں کے خلاف قدم اٹھایا تو وہ یقیناً انگریزوں کی خاکساروں کے بارے میں نئی پالیسی سے بے خبر نہیں تھا اور یہی وجہ تھی کہ انگریز نے بھی ایک مسلح، منظم اور خطرناک تنظیم کو کچلنے کی وزیراعظم پنجاب کی اس کوشش کی مکمل تائید اور حمایت کی۔ اور ازاں بعد، انگریز جب تک ہندوستان میں رہے تحریک خاکسار کو مکمل طور پر منتشر اور فنا کر دینے کی پالیسی پر گامزن رہے۔

تاہم جس طرح انگریز حکمرانوں نے خاکساروں کے ساتھ "دوستانہ" پالسی کو ایکدم مخاصمت میں بدل دیا تھا عین اسی طرح سر سکندر حیات نے راتوں رات خاکساروں سے اپنی دوستی کو خیرباد کہہ کر انہیں ختم کرنے کی پالیسی اختیار کی۔ سر سکندر حیات کے رویے میں یہ اچانک تبدیلی کیوں آئی اس کا سائنٹفک انداز میں تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ تجزیہ کرنے سے پہلے خاکساروں اور پنجاب کی یونینسٹ حکومت کے تعلقات کا پس منظر بیان کرنا بے جا نہ ہو گا۔

اگست، ستمبر ۱۹۳۹ء میں جب خاکساروں کا یو پی کی کانگرسی وزارت سے کشمکش کا آغاز ہوا۔ اور یو پی حکومت کے واویلا مچانے پر انگریز حکمرانوں نے خاکساروں سمیت تمام رضاکار تنظیموں پر پابندی لگانے کا فیصلہ کیا۔[۱۵] اور سکندر سے رائے پوچھی گئی تو اس نے پابندی لگانے کی یہ کہہ کر مخالفت کی کہ وہ ایسی جماعتوں کے سربراہوں کو از خود رضاکارانہ طور پر اپنی جماعتیں ختم کرنے پر آمادہ کر لیں گے۔[۱۶] دراصل اس وقت سکندر حیات خان یہ چاہتا تھا کہ خاکسار یو پی محاذ پر ہی الجھے رہیں اس طرح ایک تو کانگرس خاصے دباؤ میں تھی اور دوسرے، خاکسار مطالبات کی وجہ سے خود ان کی حکومت جس دباؤ کا شکار تھی، اسے وقتی طور پر نجات مل گئی تھی۔ لہٰذا اسمبلی میں سکندر پر اپوزیشن نے مسلسل یہ الزام عائد کیا کہ وہ یو پی حکومت کے مقابلے میں خاکساروں کی پیٹھ ٹھونک رہا ہے۔[۱۷] اپوزیشن کا سکندر حیات پر یہ الزام غلط نہیں تھا کیونکہ پنجاب میں اس زمانے میں فرقہ واریت اور اشتعال انگیزی پھیلانے کے جرم میں صوبے کے کئی اخبارات و جرائد اور پرنٹنگ پریسوں سے سیکورٹی طلب کی گئی مگر خاکسار پرچہ الاصلاح، جو کسی طور کم اشتعال انگیز نہ تھا اور جس کی شکایت یو پی حکومت نے نام لے کر بار بار کی[۱۸] کو صرف وارننگ جاری کی گئی۔[۱۹] یہ واضح طور پر خاکساروں کے ساتھ کھلی رعایت تھی۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ۴ دسمبر ۱۹۳۹ء کو سکندر نے اسمبلی میں خاکسار تحریک اور اس کے پروگرام کا بھرپور انداز میں دفاع کیا۔[20] اس کے ایک روز بعد، میر مقبول محمود جو کہ پارلیمانی سیکرٹری اور سر سکندر کے رشتے میں بہنوئی تھے نے خاکسار تحریک پر غیر ملکی دشمن کا ایجنٹ ہونے کے الزام کی ایوان میں تردید کی۔[21] اسی طرح، جب اپوزیشن نے اسمبلی میں خاکساروں کے خلاف تحریک التوا پیش کی تو حکومت نے اس تحریک کی مخالفت کی اور یہ ایوان میں پیش نہ ہو سکی۔[22] خاکساروں کا ریاست بہاولپور میں انتظامیہ کے ساتھ تنازعہ پیدا ہوا تو مشرقی نے سر سکندر حیات خان سے مدد طلب کی، جو اسے بلا عذر دی گئی۔ مشرقی نے بھی اپنی تحریر میں اس بات کو تسلیم کیا ہے۔[23] چیف سیکرٹری پنجاب مسٹر پینی نے جب ۲۹ فروری ۱۹۴۰ء کو وائسرائے ہند کے پرائیویٹ سیکرٹری مسٹر لیتھویٹ سے ٹیلی فون پر بات کی تو اس نے اس امر کی تصدیق کی کہ حکومت پنجاب کا خاکساروں کے ساتھ رویہ نمایاں طور پر نرم رہا ہے۔[24] واضح رہے کہ پنجاب کے چیف سیکرٹری نے وائسرائے کے پرائیویٹ سیکرٹری سے جس روز بات کی اس سے صرف ایک دن قبل خاکساروں پر پنجاب میں پابندیاں عائد کی گئی تھیں۔[25]

خلاصہ کلام یہ کہ، حکومت پنجاب اور خاکساروں کے درمیان نہایت خوشگوار تعلقات قائم تھے اور اس دوران کم از کم بظاہر کوئی ایسی اشتعال انگیز بات نہ ہوئی تھی تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیوں سکندر حیات نے خاکساروں کے خلاف ایکدم جارحانہ قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا؟ کیا سکندر حیات نے خاکساروں کے خلاف کارروائی اس لئے کی کہ اب انگریز خاکساروں کو ختم کرنا چاہتا تھا؟ یقیناً سر سکندر کو انگریزوں کی خاکساروں کے بارے میں نئی مخالفانہ پالیسی کا علم تھا مگر سکندر کے خاکساروں کے خلاف اقدامات کی اپنی وجوہات اور مقاصد تھے۔ سکندر کے مقصد کو ایک فقرہ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ وہ خاکساروں کے خلاف کارروائی کر کے انہیں اشتعال دلانا چاہتا تھا تاکہ محدود تصادم ہو اور مسلم لیگ کا اجلاس لاہور جو ۲۱ تا ۲۴ مارچ ۱۹۴۰ء کو ہونا تھا منسوخ یا ملتوی ہو جائے۔ گویا سکندر کو براہ راست خاکساروں سے اتنی سخت کدورت نہ تھی مگر اس نے انہیں قربانی کا بکرا بنایا اور لیگ کے "مطالبہ پاکستان" کو روکنے کے لئے انہیں بطور ڈھال استعمال کیا۔ اس "مفروضے" کے اثبات میں شواہد اور دلائل ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں:

سکندر کی مطالبہ پاکستان کی مخالفت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی کیونکہ اس کے خیال میں یہ

ایک ایسا مطالبہ تھا جو فرقہ وارانہ لحاظ سے ملک کو تقسیم کر دینا چاہتا تھا۔ اس سے اس کی اپنی جماعت جس کی اساس فرقہ وارانہ اتحاد (یونین ازم) پر تھی، کی نفی ہوتی تھی۔ دوسرے لفظوں میں تقسیم ہند کے مجوزہ لیگی منصوبے کو ماننے سے پنجاب میں یونینسٹ اقتدار خطرے میں پڑ سکتا تھا۔ ۴ فروری ۱۹۴۰ء کو دہلی میں جب مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں حتمی طور پر برصغیر کی تقسیم کا مطالبہ کرنے کا لیگی قیادت نے فیصلہ کیا۔ مگر سکندر دلی میں اپنی بات نہ منوا سکے۔ دلی میں ناکامی کے بعد، سکندر نے لیگی جلسہ ناکام بنانے کے لئے خاکساروں سے چھیڑ خانی شروع کی۔ یہ چھیڑ خانی سہوا تھی نہ غیر ارادی۔ لیگ کا یہ اجلاس عام چونکہ سکندر حیات کے صوبے میں ہو رہا تھا اس لئے وہ اس پوزیشن میں تھے کہ اس جلسے میں رکاوٹ اور رخنہ ڈال سکیں۔ لیگ کے سالانہ اجتماعات پر جس طرح کے وسیع انتظامات عام طور پر ہوتے تھے لاہور کے اس جلسے کے موقع پر ویسے انتظامات کی عدم موجودگی سکندر کے منفی رویہ کا ایک اور ثبوت ہے۔

سکندر کے منصوبے کا دوسرا بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس نے خاکسار پولیس تصادم کے بعد اس واقعہ کی آڑ میں لیگ کا جلسہ ملتوی یا منسوخ کرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اولاً انہوں نے تصادم کے فوراً بعد گورنر کی وساطت سے وائسرائے ہند سے درخواست کی کہ وہ جناح کو جلسہ ملتوی کرنے پر آمادہ کریں۔ وائسرائے نے از خود براہ راست جناح سے بات کرنے کی بجائے یہ ناخوشگوار فریضہ سرظفراللہ خان کے سپرد کیا۔[۲۶] مگر قائد اعظم کسی طرح جلسہ کے التواء پر رضا مند نہ ہوئے۔[۲۷] ثانیاً لیگ کے مقامی منتظمین پر جلسہ ملتوی کرانے کا دباؤ ڈالنے کے علاوہ، سکندر نے صوبہ سرحد کے صاحب قلی خان کو جو دلی جاتے ہوئے لاہور رکے تھے کو جناح سے، اس کا (سکندر کا) نام لئے بغیر جلسہ ملتوی کرانے کے لئے بھی کہا۔[۲۸] یہاں اتنا اضافہ اور کرنا ضروری ہے کہ مسلم لیگ کی "قرار داد لاہور" کی منظوری کے بعد بھی سکندر نے "پاکستان سکیم" کی مخالفت جاری رکھی (جس کا یہاں تفصیلی ذکر حذف کیا جا رہا ہے کیونکہ زیر نظر موضوع سے اس کا براہ راست تعلق نہیں ہے۔)

سکندر کا خاکساروں کی آڑ لے کر لیگ کا اجلاس ملتوی کرانے کا منصوبہ بظاہر درست نظر آتا تھا مگر یہ کامیاب اس لئے نہیں ہو سکا کیونکہ انگریز کی مکمل تائید کے بغیر یہ منصوبہ کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ اس ضمن میں انگریز کی اپنی ترجیحات تھیں۔ وہ خاکسار جماعت کو کچلنے کی حد تک تو سکندر کے

ساتھ تھا مگر لیگ کے جلسہ کو ناکام کرانے کے لئے سکندر کے ساتھ نہیں تھا بلکہ اس کے بر عکس، وہ یہ چاہتا تھا کہ سکندر سمیت تمام لیگی اس "قرار داد" کی جو اس اجلاس میں پیش ہونے والی تھی اور جس کا انگریزوں کو پہلے سے علم تھا[۲۹] مکمل تائید کریں تاکہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ کانگرس تمام ہندوستان کی واحد نمائندہ جماعت نہیں اور یہ کہ "مسلم انڈیا" ایک علیحدہ قوت ہے اور وہ کانگریس سے الگ تھلگ ہے۔ وہ اب مسلم لیگ کو منظم اور متحد دیکھنا چاہتا تھا[۳۰] اور یہ چاہتا تھا کہ وہ صرف کانگریسی عزائم کے خلاف منفی پراپیگنڈہ پر اکتفا کرنے کی بجائے اپنی طرف سے "تعمیری تجاویز" لائے۔[۳۱]

لیگ کی قرار داد لاہور (قرار داد پاکستان) کی منظوری کے بعد انگریز حکمرانوں نے جس طرح اظہار مسرت کیا[۳۲] اس سے صاف عیاں ہے کہ انگریز حاکم لیگ کے جلسہ عام کو کامیاب دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کا مزید ثبوت یہ ہے کہ خاکسار پولیس تصادم کے بعد جب شہر میں دفعہ ۱۴۴ اور کرفیو لگا دیا گیا تھا، مسلم لیگ کے اجلاس کو ان دونوں احکامات سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔[۳۳] اسی طرح علامہ مشرقی نے جب جناح سے رابطہ کیا کہ وہ سر سکندر کو خاکساروں کو کچلنے سے باز رکھنے کے لئے کہیں اور جناح نے سکندر سے (شدید کشیدہ تعلقات کی وجہ سے) بات کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس کی بجائے وائسرائے سے جن سے وہ ۱۳ مارچ کو ملے پر زور اپیل کی کہ سکندر کو تصادم سے باز رکھا جائے۔[۳۴] وائسرائے نے جناح کی سوچ اور مطالبہ سے گورنر پنجاب کو مطلع کرتے ہوئے ان کا مطالبہ مان لینے کی بجائے الٹا (خاکساروں جیسی) رضاکار تنظیموں کو کچل دینے کی بات پر زور دیا۔[۳۵]

حاصل کلام یہ کہ انگریز خاکسار کے خلاف سخت ترین اقدام کا حامی تھا۔ بلکہ شواہد بتاتے ہیں کہ سکندر کے منصوبے سے بڑھ کر اس تصادم کو خونچکاں خود انگریز نے بنایا اور ایک منصوبے کے تحت بنایا۔ وہ اس طرح کے سرکاری اعلامیہ اگرچہ اس اہم نکتہ پر خاموش ہے کہ ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء کو جب خاکساروں اور پولیس کی مڈھ بھیڑ ہوئی تو خاکساروں پر گولی کس کے حکم سے چلائی گئی اور یہ کہ آیا گولی چلانے سے پہلے حسب ضابطہ انہیں منتشر ہونے کی وارننگ دی گئی یا نہیں۔ ڈپٹی کمشنر، مسٹر بورنیو، جو کہ موقع پر موجود تھا اس نے بعد ازاں عدالت میں تسلیم کیا کہ فائرنگ کا حکم اس نے نہیں دیا تھا۔[۳۶] سکندر حیات خان نے بھی اسمبلی میں یہی بیان دیا۔[۳۷] گورنر نے وائسرائے کو جو رپورٹ بھیجی اس میں اس نے یہ لکھا کہ حادثہ اتنا اچانک تھا کہ پولیس دم بخود رہ گئی۔[۳۸] گورنر نے تصادم کا ذکر کرتے ہوئے

سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ڈپٹی کمشنر نے موقع واردات پر موجود ان دونوں افراد کی یہ کہہ کر تعریف کی ہے کہ یہ ٹھنڈے دل و دماغ کے مالک تھے۔ مگر گورنر نے اپنی اس رپورٹ میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس (مسٹر بیٹی) کے بارے میں کوئی ریمارکس نہیں دیئے۔[۳۹] گورنر کی ڈی ایس پی کے متعلق خاموشی معنی خیز ہے اور اس سے سنٹرل رینج کے ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس مسٹر ویس (Wace) کے اس بیان کی تائید ہوتی ہے کہ مسٹر بیٹی' ڈی ایس پی مذکور' کے جائے موقع پر آنے کے فوراً بعد تصادم شروع ہو گیا۔[۴۰] لٰہذا یہ بات واضح ہے کہ تصادم کا یہ واقع انتہائی پر اسرار حالات میں رونما ہوا۔ اس واقعہ کی تحقیق پر مامور انکوائری کمیٹی (جسٹس نعمت اللہ انکوائری کمیٹی) کے سامنے یہ بات لائی گئی کہ فائرنگ کا آغاز اعلیٰ حکام کے ٹیلی فون احکام ملنے پر ہوا تھا اور اس ضمن میں وزیر اعظم کا نام لیا گیا۔[۴۱] مگر میاں امیرالدین کہتے ہیں کہ حادثہ کے فوراً بعد جب میں نے پرائم منسٹر (سر سکندر حیات) کو فون کیا تو وہ اس واقعہ سے قطعی طور پر بے خبر تھے۔[۴۲] میاں صاحب کا بیان درست تسلیم نہ کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ قیاس اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اچانک فائرنگ کا یہ زبانی حکم جو حکام بالا کی طرف سے دیا گیا مسٹر بیٹی ... ڈی ایس پی ... کو دیا گیا جو پولیس کے ایک دستے کے ساتھ بعد میں جائے واردات پر آئے اور آتے ہی تصادم شروع ہو گیا۔ بیٹی کو یہ حکم پرائم منسٹر کی طرف سے نہیں بلکہ گورنر (یا گورنر ہاؤس) کی طرف سے ملا بلکہ اسے فی الحقیقت خاکساروں پر بے رحمانہ' اندھا دھند' فائرنگ کا پروانہ دیا گیا۔ کیونکہ خاکساروں کو پاؤں پر گولی مارنے کی بجائے (جیسا کہ سیاسی جلوس برداروں پر عام طور پر فائر کیا جاتا ہے) جسم کے بالائی حصوں کو تاک تاک کر فائر مارے گئے اور جب کئی زخمی خاکساروں نے بھاگ کر گھروں میں پناہ لی تو انہیں گھروں کے اندر سے نکال کر بھون دیا گیا۔ ایک زخمی خاکسار جو جانکنی کے عالم میں تھا' نے جب پانی مانگا تو اس پر بندوق کے بٹ مارے گئے۔ ایک دوسرے زخمی خاکسار کو کتے کی طرح گھسیٹا گیا۔ علیٰ ھذا القیاس ' ایسا ظالمانہ حکم سکندر حیات جیسا شخص نہیں دے سکتا جو کہ طبعاً" نہایت شریف واقع ہوا تھا۔ اور وہ خاکساروں کے خلاف صرف محدود کاروائی چاہتا تھا جس کی آڑ میں وہ لیگی جلسہ ملتوی اور قرار داد پاکستان کو دفن کر سکے مگر انگریز اس تصادم کو زیادہ پر تشدد اور خونچکاں اس لئے بنانا چاہتا تھا کہ ایک تو' ایک خطرناک تنظیم کو مکمل طور پر کچل سکے (اور اس کا الزام بھی انگریز پر نہیں بلکہ ایک مسلمان وزیر اعظم کے سر ہو گا)' اور دوسرے یہ حادثہ جتنا زیادہ خون آشام

اور پر ہول ہو گا سکندر اتنا ہی زیادہ گھبرا جائے گا اور یوں وہ "قرار داد" کی مخالفت نہ کر سکے گا۔

خاکسار اور پولیس تصادم کے بعد پانسہ چونکہ پلٹ گیا تھا اس لئے قرار داد کی مخالفت کی بجائے اب سکندر کی تمامتر کوشش یہ تھی کہ جس ناکردہ ظلم کا وہ اب بہر طور ذمہ دار تھا، سے کسی طرح اس کا پیچھا چھوٹ جائے۔ لہٰذا اس نے جناح کو پرائیویٹ طور پر مل کر دھمکی دی کہ اگر لیگ کے پلیٹ فارم سے اس کے خلاف قرارداد پیش ہوئی تو وہ اور اس کے ساتھی مسلم لیگ کو خیرباد کہہ دیں گے۔[۴۳] جناح جیسا زیرک، دور اندیش سیاستدان یقیناً مسلم لیگ کی صفوں میں اتحاد برقرار رکھنے کی اہمیت سے بے خبر نہ تھا اور خاص کر اس اہم موڑ پر جبکہ وہ اور اس کی جماعت تقسیم ہند کا مطالبہ کرنے والی تھی، اسی لئے سکندر کی دھمکی سے کم مگر اپنی جماعت کو متحد رکھنے کے خیال سے زیادہ، جناح نے سکندر کو مطلوبہ تحفظ اور سپورٹ فراہم کی، جس کی سکندر کو اس مشکل ترین وقت میں اشد ضرورت تھی۔ مثلاً ۲۱ مارچ کو جب مسلم لیگ کونسل کا اجلاس ہوا تو وہاں یو پی کے ممبر اسمبلی زیڈ ایچ لاری اور دیگر اراکین کونسل نے سکندر کو خاکسار معاملہ پر خوب لتاڑا مگر جناح نے یہ کہہ کر ان لوگوں کو خاموش کرا دیا کہ آپ لوگ چونکہ اس وقت جذبات میں ہیں اس لئے اگلے روز یعنی ۲۲ مارچ کو لیگ کی سبجیکٹ کمیٹی میں یہ طے کیا جائے گا کہ آیا اجلاس عام میں خاکساروں کے متعلق قرار داد پیش کی جائے کہ نہیں۔[۴۴] جناح نے یہ بات کہہ کر در اصل سکندر کو اس وقت تنقید سے بچا لیا اور سبجیکٹ کمیٹی کی میٹنگ میں بھی سکندر کو اپنے دفاع میں بولنے کا موقع فراہم کیا گیا جس نے تقریباً پونے دو گھنٹے کی تقریر میں اپنا کیس اس موثر انداز سے پیش کیا کہ رائے عامہ کافی حد تک اس کے حق میں ہو گئی۔ اور اسی میٹنگ میں خاکساروں سے متعلق ایک "بے ضرر" سی قرار داد اور وہ بھی چیئر (chair) کی طرف سے پیش کرنے کا فیصلہ کیا گیا[۴۵] (چیئر کی جانب سے قرار داد پیش کرنے کا مطلب یہ تھا کہ قرار داد پر بحث اور تقاریر کی اجازت دیئے بغیر یہ قرار داد منظور سمجھی جائے گی۔

اور یوں سکندر کو جناح نے "نواب آف چھتاری کے بقول "کافی سے زیادہ زیر بار احسان کر دیا"[۴۶] اور اس "احسان" کی قائد اعظم نے بہت بھاری قیمت وصول کی۔ یعنی سکندر کی قرار داد پاکستان کی مکمل اور غیر مشروط حمایت۔ یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ عام حالات میں سکندر کی حمایت کے حاصل ہونے کا امکان بہت کم تھا اور یہ امکان خاکسار اور پولیس کے خون آشام تصادم کے بعد پیدا ہوا

جس کے اسباب گو سکندر نے خود پیدا کئے تھے' مگر انگریز نے اپنی شاطرانہ چال سے اس تصادم کو زیادہ مہیب اور ہولناک بنا کر سکندر کو اتنا بے بس بنا دیا کہ اس کے لئے سوائے اس قرار داد کی بلا چون و چرا تائید کرنے کے کوئی چارہ نہ رہا۔ چونکہ اس پورے منصوبے اور لیگ کی میٹنگ کے نتائج انگریز کی توقع کے عین مطابق بلکہ توقعات سے بڑھ کر برآمد ہوئے اس لئے لارڈ لنلتھگو نے سیکریٹری آف سٹیٹ کے نام اپنے مکتوب محررہ ۲۵ مارچ ۱۹۴۰ء میں اس پر بھرپور اطمینان کا اظہار کیا۔

حوالہ جات

۱۔ انڈیا آفس لائبریری' ایم ایس' ای یو آر' لنلتھگو پیپرز' ایف ۱۲۵/۵۷' (۵)' ۲۸-۲۲۷

۲۔ ایضاً' ایم ایس' ای یو آر' لنلتھگو پیپرز' ایف ۱۲۵/۱۰۲' (یو پی) (غیر مطبوعہ) گورنر رپورٹ ۸ اکتوبر ۱۹۳۹ء' ۳۹-۳۳۸

۳۔ ایضاً' ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۹ء' ۴۶-۳۴۵

۴۔ ہمدم اور پائینیر' ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۹ء

۵۔ علامہ مشرقی بنام مسٹر سلیمان' ۴ فروری ۱۹۴۰ء (مسودہ کاغذات مشرقی) فائل ۱۹۴۰ء

۶۔ سر ضیاء الدین احمد بنام مشرقی' ۱۱ نومبر ۱۹۳۹ء (مسودہ) ایضاً فائل ۱۹۳۹ء

۷۔ انڈیا آفس لائبریری' ایم ایس' ای یو آر' لنلتھگو پیپرز' ایف ۱۲۵/۵۷ (۵)' وائسرائے کے پرائیویٹ سیکرٹری اور ڈاکٹر (مسٹر: SIC اور عنایت اللہ خان مشرقی) کے درمیان گفتگو' مورخہ ۲۹ فروری ۱۹۴۰ء' ۵۴-۱۵۲

۸۔ لیتھویٹ پرائیویٹ سیکرٹری وائسرائے اور جے ڈی پینی چیف سیکرٹری پنجاب کے درمیان ٹیلی فون گفتگو' ۲۹ فروری ۱۹۴۰ء' ۵-۱۵۵

۹۔ ایضاً' ۵۴-۱۵۲

۱۰۔ ایضاً' ایل/پی اینڈ جے/۸/۶۸۰' ۴۲-۸۸۷

۱۱۔ ایضاً' وائسرائے کا نوٹ ۲۴ جنوری ۱۹۴۰ء' ۹۹-۳۹۸' ۴۵۴

۱۲۔ ایضاً، ۸۵۔۳۸۴

۱۳۔ ایضاً، ۶۶۔۳۶۵

۱۴۔ ایضاً، ۶۷۸/۸ وائسرائے بنام ہوم ممبر، ۳ اپریل ۱۹۴۰ء، ۷۶۔۲۔۷ نیز ایم ایس۔ ای یو آر۔ لنلتھگو پیپرز، الف ۱۲۵/۷۵ (۵) وائسرائے کی زیر صدارت گورنروں کی کانفرنس کی روئیداد، ۲۱۔۳۱۶

۱۵۔ ایل/پی اینڈ جے/۵/۲۴۱، پنجاب (۱۹۳۹) (ii) چیف سیکرٹری کی رپورٹ کا نصف آخر ۱۹۳۹ء نیز گورنر بنام وائسرائے، ۱۱ اگست ۱۹۳۹ء

۱۶۔ ایضاً، ۲۵ اگست ۱۹۳۹ء، ۱۱۶

۱۷۔ پنجاب اسمبلی کاروائی (Debates)، جلد X، ۱۳۲۵، ۱۳۸۱

۱۸۔ انڈیا آفس لائبریری، ایل/پی اینڈ جے/۵/۲۶۸، یو پی (۱۹۳۹ء) (ii) چیف سیکرٹری کی رپورٹ ۷ اکتوبر ۱۹۲۹ء، ۱۳۲

۱۹۔ پنجاب اسمبلی کاروائی (Debates)، جلد IX، ص ۵۸۔۲۵۷، ایوان کو بتایا گیا کہ یکم جنوری سے ۶ مارچ ۱۹۳۹ء تک اکالی پتریکا، احسان، دیوان پرنٹنگ پریس، نامی پریس، اکالی پتریکا پریس وغیرہ سے سیکورٹی طلب کی گئی۔

۲۰۔ ایضاً، جلد X، ۲۲۔۱۳۲۱

۲۱۔ ایضاً، ۱۳۷۷

۲۲۔ ایضاً، ۱۳۹۶

۲۳۔ الاصلاح، دہلی ۷/۱۵ مارچ ۱۹۴۰ء

۲۴۔ انڈیا آفس لائبریری، ایم ایس، ای یو آر، لنلتھگو پیپرز، ایف ۱۲۵/۵۷ (۵)، مسٹر پینی اور لیتھویٹ کی ٹیلی فون پر گفتگو ۲۹ فروری ۱۹۴۰ء، ۱۵۵

۲۵۔ ایضاً ایل/پی اینڈ جے/۵/۲۴۳، پنجاب (۱۹۴۰) (i) چیف سیکرٹری کی رپورٹ، فروری نصف آخر ۱۹۴۰ء، ۲۳۶

۲۶۔ انڈیا آفس لائبریری ایف/۱۲۵/۹، وائسرائے بنام وزیر ہند ۲۱ مارچ ۱۹۴۰ء، ۸۰۔۱۷۹

۲۷۔ ایضاً' ایف/۱۲۵/۸۹' وائسرائے بنام گورنر ۱۲ مارچ ۱۹۴۰ء' وائسرائے کے پرائیویٹ سیکرٹری نے گورنر پنجاب کو بذریعہ ٹیلی فون جناح کے انکار کرنے کے فیصلے سے آگاہ کیا۔

۲۸۔ ایضاً' گورنر پنجاب بنام وائسرائے' ۲۰ مارچ ۱۹۴۰ء' ۳۹

۲۹۔ ایضاً' ایل/پی اینڈ جے/۵/۲۱۶' صوبہ سرحد ۱۹۴۰۔ گورنر سرحد بنام وائسرائے ۲۲ فروری ۱۹۴۰ء' ۸۰۔۷۹' گورنر نے سردار اورنگ زیب خان کے حوالے سے لیگ کی ۴ فروری کی ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ میں طے پانے والے فیصلے (تقسیم ہند کے فیصلے) سے وائسرائے کو آگاہ کیا۔ مگر دوسرے ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ وائسرائے کو اس سے بھی پہلے یہ تمام اطلاعات مل چکی تھیں۔

۳۰۔ ایضاً' ۵ ستمبر ۱۹۳۹ء' ۹۲۔۹۰ وائسرائے نے وزیر ہند کو لکھا' "میں اگر مسلمانوں کو باہم متحد کرنے کے لئے کچھ کر سکا تو ضرور کروں گا" اور مارچ ۱۹۴۰ء میں بھی وائسرائے کے یہی خیالات تھے بحوالہ ایل/پی/ اینڈ جے/۸/۶۹۰' وائسرائے بنام وزیر ہند' یکم مارچ ۱۹۴۰ء' ۳۲۷۔۲۹

۳۱۔ عائشہ جلال' دی سول سپوکس مین' جناح' دی مسلم لیگ اینڈ دی ڈیمانڈ فار پاکستان' سنگ میل پبلی کیشنز' لاہور' ۱۹۹۵ء' ۵۰

۳۲۔ انڈیا آفس لائبریری ڈی/۳۱/۷۱ (ڈرافٹ خط/تار (؟)' اپریل ۱۹۴۰ء' کریک گورنر پنجاب بنام لنلتھگو' وائسرائے ہند' میں گورنر نے لکھا:۔

"As a hit back at Congress it (League's, Lahore Resolution) is obviously very effective."

اسی طرح وائسرائے نے وزیر ہند کو ۲۵ مارچ ۱۹۴۰ء (ایضاً' ایف ۱۲۵/۹' ۱۹۹) کو تحریر کیا:۔

"It will be pity to throw too much cold water on Muslim Scheme of partition."

وائسرائے نے لاہور کے لیگی اجلاس پر تبصرہ کرتے ہوئے اسی مکتوب میں یہ بھی لکھا:۔

"So far as the Muslims are concerned I cannot but attach great importance to the way things have gone at Lahore." (P187).

۳۳۔ مدینہ، بجنور، ۲۵ مارچ ۱۹۴۰ء

۳۴۔ انڈیا آفس لائبریری، ایم ایس، ای یو آر، لنلتھگو پیپرز، ایف ۱۲۵/۱۳۵، وائسرائے اور جناح کا انٹرویو ۱۳ مارچ ۱۹۴۰ء، ۱۹۵

۳۵۔ ایضاً، ایف/۱۲۵/۸۹، وائسرائے بنام گورنر پنجاب، ۱۶ مارچ ۱۹۴۰ء، ۵۰

۳۶۔ ملک افتخار، سر سکندر حیات، اے پولیٹیکل بائیو گرافی، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ۶۸ بحوالہ پرتاب ۱۴ جولائی ۱۹۴۰ء

۳۷۔ پنجاب اسمبلی کاروائی (Debates)، جلد XII، ۱۷ے

۳۸۔ انڈیا آفس لائبریری، ایم ایس، ای یو آر، لنلتھگو پیپرز، ایف ۱۲۵/۸۹، گورنر پنجاب بنام وائسرائے، ۲۰ مارچ ۱۹۴۰ء، ۳۹-۳۸

۳۹۔ ایضاً، ۲۰ مارچ ۱۹۴۰ء، ۴۳-۴۲

۴۰۔ ایضاً

۴۱۔ مدینہ، بجنور، ۲۱ مئی ۱۹۴۰ء

۴۲۔ میاں امیر الدین، "قرار داد پاکستان"، کوہستان، لاہور، ۲۳ مارچ ۱۹۶۳ء

۴۳۔ انڈیا آفس لائبریری، ایم ایس، ای یو آر، لنلتھگو پیپرز، ایف ۱۲۵/۸۵، "گورنر پنجاب بنام وائسرائے ۲۱ مارچ ۱۹۴۰ء، ۴۷-۴۶، ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء، ۴۸-۴۷

۴۴۔ ایضاً، ایف ۱۲۵/۸۹ (پنجاب) (i)، گورنر پنجاب بنام وائسرائے، ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء، ۶۷، ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء، ۵۲

۴۵۔ ایضاً، ۳۱ مارچ ۱۹۴۰ء، ۵۴-۵۳ (نیز ملاحظہ کریں، شریف الدین پیرزادہ، فاؤنڈیشن آف پاکستان، مسلم لیگ ڈاکومنٹس ۱۹۰۶ تا ۱۹۴۷، (جلد دوم ۴۷-۱۹۲۴)، کراچی۔ ۱۹۷۰ء، ۳۲۵-۳۹، لکھتے ہیں کہ سبجیکٹ کمیٹی کی میٹنگ کے دوران باہر سکندر کے خلاف ایجی ٹیشن ہوا۔ مگر گورنر نے مذکورہ رپورٹ میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

۴۶۔ انڈیا آفس لائبریری، ایم ایس، ای یو آر، لنلتھگو پیپرز، ایف ۱۲۵/۸۹، (پنجاب ۱۹۴۰) (i)، گورنر پنجاب بنام وائسرائے ۳۱ مارچ ۱۹۴۰ء، ۶۱